تبصرہ کتب

قائد اعظم کے رفقاء سے ملاقاتیں ' مرتب سید محمد ذوالقرنین زیدی الھما۔ ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت ' اسلام آباد طبع اول ۱۹۹۰ء صفحات ۱۴۴ قیمت ۷۰ روپے۔

یہ کتاب قائد اعظم محمد علی جناح کے افکار ' تحریک پاکستان کے خدوخال و نشیب و فراز اور پاکستان کے ابتدائی سالوں کے حالات پر بڑی اہم معلومات اور دلچسپ واقعات کی پر کشش تصویر کشی کرتی ہے۔ اس کتاب میں ان تیرہ شخصیات کے انٹرویوز مرتب کئے گئے ہیں جو قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ ان کے رفیق سفر تھے یا جو تحریک پاکستان سے کسی نہ کسی طرح وابستہ رہے ہیں۔ ان کے اسماء گرامی حسین امام ' احمد یار خان ' چودھری نذیر احمد ' ایم ایچ اصفہانی ' محمد ایوب کھوڑو ' جناب ارباب عبدالغفور ' محمد مسعود ' میجر جنرل اکبر رنگروٹ ' ڈاکٹر عمر حیات ملک ' حمید الحق چودھری ' ایم ایس طوسی ' خواجہ شہاب الدین اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی ہیں۔ اس کتاب میں ڈائریکٹر ادارہ محترمہ ڈاکٹر مس کنیز یوسف صاحبہ کا فکر افروز پیش لفظ بھی ہے اور اس کے ساتھ صاحب کتاب کا جامع مقدمہ بھی جو کہ مسلمانان ہند کی سیاسی زندگی کے عروج و زوال اور قیام پاکستان کے بعد تک کے حالات پر لطیف انداز میں منظر کشی کرتا ہے۔

صاحب کتاب نے اپنے مقدمہ میں سقوط مشرقی پاکستان کو کتاب لکھنے کا محرک قرار دیا ہے باوجودیکہ کتاب اس پہلو سے بالکل تشنہ ہے البتہ ملاقاتوں میں ایسے نکات ' اشارے اور تاریخی جملے ضرور ملتے ہیں جو سقوط مشرقی پاکستان کے المیہ کی نشاندہی تو کرتے ہیں۔ مگر کوئی معروضی اور تاریخی تجزیہ نہیں پیش کیا گیا ہے۔ البتہ یہ انٹرویوز قائد اعظم محمد علی جناح کی شخصیت اور افکار کے بارے میں ' آل انڈیا مسلم لیگ کے اندرونی حالات اور اس کی سیاسی گروہ بندی اور فکر کے بارے میں نئے زاویے فراہم کرتے ہیں۔ نیز پاکستان مسلم لیگ کے قیام کے وقت قائداعظم محمد علی جناح کی پاکستان مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے ناراضگی کے عالم میں اٹھ کر چلے جانے کے افسوسناک واقعہ پر حیران کن روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے علاوہ قیام پاکستان کے بعد ملک میں سیاسی خلفشار اور افراتفری کے بارے میں نئی معلومات فراہم کرتے ہیں جو بلاشبہ تاریخ مرتب کرنے والے نوجوان دانشوروں کے لئے راہنمائی کا سبب ہوں گی۔ یوں تو تمام انٹرویوز اپنی جگہ دلچسپ اور معلوم افزا تھے تاہم احمد یار خان ' محمد ایوب کھوڑو ' چودھری نذیر احمد ڈاکٹر عمر حیات ملک اور خواجہ شہاب الدین کے خیالات ایک عام قاری کے لئے بالعموم اور تاریخ کے طالب علم کے لئے بالخصوص بڑے اہم ہیں۔

کتاب میں بہت سی نئی معلومات منظر تاریخ پر لائی گئی ہیں مثلاً ڈاکٹر عمر حیات ملک صاحب کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے قرار داد مقاصد کو اسمبلی سے پاس کروایا تھا اس وجہ سے اور بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے جبکہ کئی سیاسی گروپ اور ایک جماعت اس قرارداد کو پاس کرانے کا سہرا اپنے سر منڈھنا چاہتی ہے۔ ڈاکٹر عمر حیات ملک ایک نامور ماہر تعلیم تھے جن کا تعلق سرگودھا کے زمیندار گھرانے سے تھا۔ انہوں نے ساری عمر شادی نہیں کی اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ان کے انٹرویو میں یہ دعویٰ موجود ہے کہ قرار داد مقاصد انہی کی کاوشوں کی مرہون منت ہے جبکہ آئین ساز اسمبلی کے اراکین اور اسمبلی کی اکثریت اس قرار داد کے بارے میں مخلص اور سنجیدہ نہیں تھی۔ بقول ڈاکٹر عمر حیات ' غلام محمد اور اس کے ہمنوا اس قرارداد کے سخت مخالف تھے۔ ان حضرات نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ قرارداد کی مخالفت کریں گے مگر بعد میں لیاقت علی خان کے ساتھ یہ بات طے ہوئی کہ یہ قرارداد دستور کا حصہ نہیں ہوگی بلکہ آئین کے دیباچے میں ہوگی دیباچے میں جو چیز ہوتی ہے وہ قانون کا حصہ نہیں ہوتی۔ نیز یہ بات

قارئین کے لئے ایک دعوت فکر ہو گی کہ قرار داد مقاصد پیش کرنے کے موقعہ پر سیاست دانوں کے ایک گروہ نے ان خدشات اور خیالات کا اظہار کیا تھا کہ یہ قرار داد قائداعظم کے مرنے کے بعد اسمبلی میں پیش کی گئی ہے جو کہ قائد اعظم محمد علی جناح کے جمہوری افکار کے سراسر منافی ہے۔ یہ حضرات ان خدشات اور خطرات کا اظہار کر رہے تھے کہ اس سے پاکستان میں فرقہ واریت پھیلے گی اور ملک جمہوریت اور ترقی کی راہ سے ہٹ جائے گا۔

بیگم شکیلہ اختر بخاری' ایم اے سیاسیات

پیر صاحب مانکی شریف سید امین الحسنات اور ان کی سیاسی جدوجہد
مصنف سید وقار علی شاہ (کاکاخیل) ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد' طبع اول' ۱۹۹۰ء' صفحات ۱۸۴' قیمت ۷۰ روپے

زیر تبصرہ کتاب چار ابواب اور دس ضمیمہ جات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں قائد اعظم کے وہ دو خطوط بھی شامل ہیں جو انہوں نے سید امین الحسنات پیر مانکی کے نام لکھے تھے۔ اس لحاظ سے بھی اس کتاب کی افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس سے پہلے پیر مانکی شریف پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

پہلا باب سید امین الحسنات کی زندگی کے پس منظر اور سیاست میں ان کی شمولیت کے بارے میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان مخصوص اثرات کا بھی اجمالی جائزہ لیا گیا ہے جو ہندوستان میں رونما ہونے والی بعض سیاسی تبدیلیوں کے باعث صوبہ سرحد کی سیاست پر مرتب ہو رہے تھے۔ پیر مانکی شریف نے ہندوستان کی سیاسی تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہوئے سرحد کے علماء کی ایک جماعت جمعیت الاصفیاء تشکیل دی جس کا مقصد اسلام اور شریعت اسلامی کے لئے کام کرنا تھا۔ جمعیت الاصفیاء پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بھی قائم رہی۔ تاہم مسلم لیگ سے وابستہ ہونے کے بعد پیر مانکی شریف کی نظر میں اس جماعت کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ ان کی زیادہ تر کاوشیں تحریک پاکستان کے لئے مرکوز رہیں باوجود یکہ جمعیت الاصفیاء نے مسلم لیگ کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کروانے میں ایک کلیدی کردار ادا کیا جس کا تفصیلی جائزہ کتاب کے دوسرے باب میں قارئین کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ ۱۹ نومبر ۱۹۴۵ء کو جب قائداعظم نے صوبہ سرحد کا دورہ کیا تو انہوں نے بھی جمعیت الاصفیاء میں شامل علماء کی خدمات کو بے حد سراہا۔ ۱۹۴۶ء کے الیکشن اور اس کے بعد ۱۹۴۷ء کے ریفرنڈم میں جمعیت الاصفیاء نے اہم ترین کردار ادا کیا۔ پنڈت نہرو نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو جب صوبہ سرحد کا دورہ کیا تو پیر مانکی شریف نے اس موقع پر نہرو پر یہ بات بالکل واضح کر دی تھی کہ صوبہ سرحد کے عوام نے بہر حال اپنا مستقبل پاکستان کے ساتھ وابستہ کر لیا ہے۔

تیسرے باب میں تحریک پاکستان سے متعلق پیر مانکی شریف کی دیگر خدمات پر مزید وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں صوبہ سرحد میں جب ریفرنڈم کرانے کے اعلان پر کانگرسی لیڈروں اور خدائی خدمت گاروں نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تو پیر امین الحسنات نے قائد اعظم کے دیئے گئے پروگرام کے مطابق نہ صرف ریفرنڈم کی تیاریاں جاری رکھیں بلکہ ہر گاؤں اور ہر شہر کا دورہ کیا اور لوگوں کے ذہنوں میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ اکھنڈ ہندوستان کا مطلب انگریزوں کی بجائے ہندوؤں کی غلامی کو قبول کرنا ہے۔ آپ نے اردو اور پشتو دونوں زبانوں میں لوگوں سے خطاب کیا تا کہ ریفرنڈم سے متعلق بنیادی حقائق سے لوگ آگاہ ہوں۔

چنانچہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ کو جب ریفرنڈم کا باقاعدہ سرکاری اعلان ہوا تو پیر صاحب مانکی شریف کی محنت رنگ لائی اور فیصلہ پاکستان کے حق میں ہوا۔ مانکی شریف کی ان خدمات کا تذکرہ چوتھے باب میں ہے جو انہوں نے قیام پاکستان کے بعد انجام دیں۔

۱۴ اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ہندوستان بالترتیب جب انگریزوں کی حکمرانی سے آزاد ہوئے تو کشمیر کے ڈوگرہ حکمرانوں نے اس موقع پر اعلان کیا کہ وہ بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں اور وہ ان دو ملکوں میں سے کسی کے ساتھ بھی الحاق نہیں کریں گے۔ حقیقت یہ تھی کہ خفیہ طور پر کشمیر کے یہ ڈوگرہ حکمران ہندوستان سے الحاق کا سمجھوتہ کر چکے تھے۔ اس فیصلہ کو کشمیری مسلمانوں نے قبول نہیں کیا۔ کیونکہ یہ فیصلہ تقسیم ہند کے متفقہ طور پر وضع کئے گئے اصولوں سے سراسر انحراف کے مترادف تھا۔ نتیجتاً کشمیری مسلمانوں کے